© rasailojaraid.com

کا منیجر دریافت کیا۔ اس نے مجھے بتایا کہ مسلمانوں کا ایک گھر تو سامنے کھیتوں میں ہے اور ایک پورا محلہ گوردوارے کے عقب میں آباد ہے۔ میں گوردوارے کے عقب میں پہنچا تو دیکھا مسلمانوں کے چند بچے کھیل میں مشغول تھے۔ میں نے ان سے مولانا صاحب کا پتہ پوچھا تو انھوں نے کہا کہ جو مکان میں کھیتوں میں چھوڑ کر آیا ہوں وہی ان کا مکان ہے۔

میں دوبارہ گوردوارے کی طرف گیا اور مکئی کے کھیتوں میں واقع مکان کی طرف بڑھا۔ صحن میں ایک نوجوان غسل کر رہا تھا، میں نے اس سے مولانا کا معلوم کیا تو اس نے ایک بچے کو آواز دی اور وہ مولانا صاحب کو بلا لایا۔ مولانا صاحب مجھے اپنے صحن میں دیکھ کر پہلے تو حیران ہوئے، پھر زور سے پکارے "اچھا! تو میری محبت آپ کو یہاں تک کھینچ لائی"۔ موصوف بڑے تپاک سے ملے اور میرے منع کرنے کے باوجود میرے لیے ناشتہ تیار کروانے لگے۔ تھوڑی دیر میں آپ خود ہی ناشتہ لے آئے۔ ناشتے میں [illegible] ہوئے پرت دار پراٹھے، مٹھائی، کٹلٹ اور فرائی انڈے تھے۔ میں نے ناشتہ کیا تو اتنے میں مولانا نے غسل کر کے لباس تبدیل کیا اور مجھے جون پور کے تاریخی مقامات دکھانے نکلے۔

مولانا ابوالعرفان ندوی صاحب، ندوۃ العلماء لکھنؤ میں استاد ہیں اور انھیں وہاں حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی کا نائب سمجھا جاتا ہے۔ میری ان سے پہلی ملاقات سری نگر میں ہوئی تھی، جہاں موصوف مدرسہ مدینۃ العلوم حضرت بل کے پرنسپل تھے۔ موصوف جون پور کے قاضیوں کے خاندان سے تعلق رکھتے ہیں اور اس کا ذکر کرتے ہوئے ہمیشہ مسکرانے لگتے ہیں۔ انھیں جون پور پر سند سمجھا جاتا ہے۔ "جون پور کا شاندار ماضی" کے عنوان سے ان کا ایک فاضلانہ مضمون ندرِ مقبول میں طبع ہو چکا ہے۔ مولانا شعر و ادب کے دلدادہ ہیں اور انھیں عربی، فارسی اور اردو کے ہزاروں اشعار یاد ہیں۔

میں نے اننت ناگ، کوکرناگ، اچھابل، پہل گام، ٹنگمرگ اور گلمرگ — مفتی عتیق الرحمٰن عثمانی اور ان کے ساتھ دیکھے تھے اور سفرِ کشمیر کے دوران میں ان کے ساتھ کشمیری "وازہ وان" کھانے کی بھی سعادت نصیب ہوئی تھی۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ایک روز ہم دونوں ٹہلتے ہوئے چشمہ شاہی پہنچے۔ یہاں ان کے ایک دوست جو سروے آف انڈیا میں ملازم تھے، ایک

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

خیمے میں فروکش تھے۔ ان کے خیمے کے ارد گرد خوبانی اور ناشپاتی کے درخت تھے، ان پر لگے ہوئے پھل دعوتِ طعام دے رہے تھے۔ مولانا نے مجھ سے کہا کہ وہ ابھی ملازم کو بلا کر پھل اتروا تے ہیں، میں نے ان سے کہا کہ بھلا اس طرح پھل کھانے میں کیا لذت ملے گی؟ آپ مجھے اجازت دیں، بلکہ برا نہ مانیں تو میں درخت پر چڑھ کر خوبانیاں کھاؤں گا۔ مولانا لکھنؤ کے لہجے میں ارے ارے کہتے رہ گئے اور میں جھٹ سے درخت پر چڑھ گیا۔ جو مزہ اس طرح خوبانیاں کھانے میں آیا، اس کا تصور میدانی علاقوں میں بازار سے خوبانیاں کھانے والے لوگ نہیں کرسکتے۔ اب یہ بات خواب و خیال ہو کر رہ گئی ہیں۔

مولانا ابوالعرفان صاحب کے گھر سے بمشکل ساٹھ ستر گز کے فاصلے پر ایک چھوٹے سے قدیم قبرستان میں ملا محمود فاروقی جونپوری (المتوفیٰ ۱۶۵۲ء) صاحب "شمس بازغہ" کی قبر ہے۔ ان کا شمار برصغیر کے نامور معقولی علماء میں ہوتا ہے۔ شمس بازغہ علمِ حکمت پر مشہور کتاب ہے جو دینی مدارس کے انتہائی مدارج میں پڑھائی جاتی ہے۔ تذکرہ علمائے ہند کے مصنف رحمٰن علی ان کے بارے میں لکھتے ہیں: "اگر بوجودش سرزمین جونپور بر زمین شیراز تفوق جوید بجاست و روا باشد" موصوف قادری سلسلے کے مشہور بزرگ دیوان عبدالرشید کے ہمعصر تھے۔ ان دونوں بزرگوں کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ سید شریف جرجانی (المتوفیٰ ۱۴۱۳ء) اور علامہ سعد الدین تفتازانی (المتوفیٰ ۱۳۸۹ء) کے بعد کبھی کسی شہر میں اس پایہ کے دو عالم ایک ہی وقت میں نہیں گزرے جو ہمعصرانہ چشمک رکھنے کی بجائے ایک دوسرے کا اتنا احترام کرتے ہوں۔

ملا محمود جونپوری کے مزار سے اندازاً تین چار فرلانگ کے فاصلے پر ایک چھوٹی سی بستی نظر آرہی تھی، مولانا ابوالعرفان نے بتایا کہ یہ بستی محلہ سپاہ کہلاتی ہے، عہدِ سلاطین میں یہاں فوجی چھاؤنی تھی اور ملا محمود وہیں رہتے تھے۔ اس بستی سے ذرا ہٹ کر کھیتوں میں گومتی کی جانب ایک مسجد نظر آرہی تھی۔ یہ بھی اسی دور کی یادگار ہے اور جھجھری مسجد کے نام سے موسوم ہے۔

ملا محمود کے مزار سے بمشکل پچاس گز کے فاصلے پر ایک خوب صورت گنبد کے نیچے عہدِ سلاطین کا نامور جرنیل جمال خان لودھی محوِ خوابِ ابدی ہے۔ مقبرے کا گنبد بارہ ستونوں پر قائم ہے اور اس کی وضع قطع سندھ یونی ورسٹی کیمپس جام شورو میں واقع علامہ آئی آئی قاضی کے مقبرے کے گنبد

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

[illegible] اور [illegible] تحقیق و تجسس کا ایک خاص موضوع [illegible] سکتا ہے۔

[illegible] لودھی [illegible] ایک [illegible] کے ناکے پر محلہ بلوچ ٹولہ میں اعظم گڑھ روڈ پر فیروز شاہ کا مقبرہ ہے۔ اس مقبرے کی عمارت شاہجہانی طرز تعمیر کا [illegible] مقبرے [illegible] جہاں چند بچے [illegible] تھے

یہاں سے ہم رکشے میں سوار ہو کر سیدھے اٹالہ مسجد دیکھنے کو گئے۔ اس مسجد کا شمار ہندوستان کی تاریخی مساجد میں ہوتا ہے [illegible] اس مسجد کا سنگ بنیاد ۱۳۷۶ء میں سلطان فیروز تغلق کے عہد میں رکھا گیا لیکن اس کی تکمیل ۱۴۰۸ء میں سلطان ابراہیم شرقی کے عہد میں ہوئی۔ مسجد کے [illegible] ہر مذہب و ملت کے بچے تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ [illegible] واقع ہونے [illegible] مسجد بارونق ہے اور [illegible] لاہور کی مسجد وزیر خان سے [illegible] ہے۔ [illegible] حجرے بنے ہوئے ہیں جہاں عہد عتیق میں طالب علم رہتے تھے۔ مسجد کی عمارت [illegible] زرد پتھر [illegible] ہے اور اس میں ہندوؤں کے فن تعمیر کی جھلک دکھائی دیتی [illegible] مسجد کی درمیانی محراب [illegible] بلند ہے کہ مسجد کا درمیانی گنبد اس کے پیچھے چھپ جاتا ہے۔ اندر کی [illegible] کندہ ہے جو دیکھنے کے لائق ہے۔ اس مسجد کی تعمیر کے [illegible] مسجدیں تعمیر ہوئیں [illegible] اور فن تعمیر [illegible] جاتا ہے

اٹالہ مسجد کی جنوبی سمت راج ڈگری کالج کی [illegible] ہے۔ جس وقت ہم وہاں پہنچے اس وقت کالج میں امتحان ہو رہا تھا اور وہاں مسلح پولیس موجود تھی۔ کالج کا دروازہ اندر سے مقفل تھا۔ ہمارے اصرار پر پولیس والوں نے پرنسپل صاحب کو اطلاع دی اور انھیں اپنے دفتر سے بلا لائے۔ پرنسپل صاحب نے ہمیں دروازے میں کھڑا دیکھ دروازہ کھلوایا اور ہمیں اپنے دفتر میں لے گئے۔ مولانا [illegible] سے تعارف کرایا اور اُن کے بارے میں بتایا کہ ان کا نام کالکا پرشاد چودھری ہے اور وہ تاریخ کے استاد [illegible] تاریخ [illegible]

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میرا [illegible] پرنسپل صاحب نے
جامعہ [illegible] ان کے ہمراہ پرنسپل صاحب [illegible] ملک العلماء شہاب
الدین دولت آبادی (المتوفی [illegible]) کا مزار دکھانے لے گئے [illegible] کالج کے کیمپس میں ہے
خستہ حالت میں ہے۔ میں نے پرنسپل صاحب سے کہا کہ وہ کالج کے فنڈ سے ان کے مزار کی
مرمت کروادیں اور ایک کتبہ لگوادیں۔ انھوں نے کہا کہ ہم بھی یہ چاہتے ہیں۔ وہ ضرور ایسا ہی کردیں گے
کیونکہ وہ ملک العلماء کے مقام سے واقف ہیں اور وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ وہ قاضی ابراہیم شاہ
اور [illegible] زبان میں قرآن مجید کی تفسیر "بحر مواج" کے مصنف ہیں۔ میں نے انھیں بتایا کہ بحر مواج
کا صرف ابتدائی اور آخری حصہ کافی مدت ہوئی شائع ہوا تھا لیکن پوری تفسیر آج تک شائع
نہیں ہوئی اور اس کا مکمل مخطوطہ بھی کسی لائبریری میں موجود نہیں۔ البتہ [illegible] الگ الگ
تفسیر [illegible] انڈیا آفس لائبریری لندن میں [illegible] اور [illegible] میرے پاس موجود ہے [illegible]
باقی حصہ کلکتہ میں ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال کی لائبریری میں موجود ہے۔ اسلامیہ کالج
پشاور کی لائبریری میں سورہ ص سے [illegible] تک کا حصہ موجود ہے۔ اس تفسیر کی [illegible] نسخہ
تین ہزار صفحات کے لگ بھگ ہے۔

ملک العلماء شہاب الدین دولت آبادی اپنے عہد کے بہت بڑے عالم تھے اور سلطان ابراہیم
شرقی ان کا بڑا قدردان تھا۔ فرشتہ کی روایت ہے کہ سلطان انھیں تقریبات کے موقع پر چاندی
کی کرسی پر بٹھایا کرتا تھا۔ ایک بار موصوف بیمار ہوئے تو سلطان ابراہیم شرقی ان کی عیادت کو
آیا۔ اس نے پانی کا [illegible] پیالہ ملک العلماء پر سے تصدق کر کے [illegible] اور یہ دعا کی کہ اگر [illegible]
[illegible] پوری ہو چکی ہے تو خدا اس کی عمر مجھے لگا دے۔ فرشتہ کے الفاظ ہیں:

"سلطان ابراہیم در تعظیم و توقیر او بسیار میکوشید و در روزہای
متبرکہ در مجلس او بر کرسی نقرہ می نشست۔ گویند وقتی مولانا را مرضی
طاری شد سلطان ابراہیم بعیادت او رفتہ بعد از تفتیش احوال و اظہار
لوازم [illegible] مولانا [illegible] خود نوشید
[illegible] و ادا
[illegible] شفا یافت"

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس سے [illegible] ان کے علمی پایہ کا بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے۔

ہم [illegible] مزار پر فاتحہ پڑھ کر فارغ ہوئے تو پرنسپل صاحب دوبارہ ہمیں اپنے دفتر میں لے گئے اور [illegible]۔ مختلف علمی موضوعات پر [illegible] رہے۔ ان کے دفتر سے اٹھ کر ہم [illegible] مسجد دیکھنے گئے۔ یہ مسجد سلطان حسین شرقی کی تعمیر کردہ ہے۔ اس کی کرسی زمین سے اونچی بنی ہے [illegible] سیڑھیاں چڑھ کر مسجد کے صحن میں داخل ہوتے ہیں۔ اس کی وسعت بھی اٹالہ مسجد سے کہیں زیادہ ہے۔ اس میں مرکز علوم اسلامیہ مدرسہ قرآنیہ کے نام سے ایک دینی مدرسہ قائم ہے جس میں ۱۰۳ طلبہ تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ مدرسے کی وجہ سے مسجد خوب آباد ہے۔ اس کا فن تعمیر اٹالہ مسجد سے ملتا جلتا ہے۔ مسجد کی درمیانی محراب کافی بلند ہے [illegible] چھپ گیا ہے۔ بڑے گنبد کے دائیں اور بائیں سمت [illegible] چھت بنائی گئی ہے [illegible] بالکل انوکھی چیز ہے۔ یہ مسجد مقامی روایت کے مطابق سلطان حسین شرقی نے حضرت [illegible] کی ایک بزرگ کے لیے بنائی تھی جن کا مزار مسجد کے عقب میں ہے۔

مسجد کی پچھلی دیوار کو سہارا دینے کے لیے مینار نما پشتے بنے ہوئے ہیں۔ ایسے ہی پشتے سلطان ناصر الدین محمود [illegible] المتوفی [illegible] کی تعمیر کردہ جامع مسجد [illegible] کی دیواروں میں بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔

صحن مسجد کا شمالی دروازہ ایک چھوٹے سے احاطے میں کھلتا ہے۔ اس احاطے میں [illegible] اور شرقی خاندان کے حکمرانوں کی قبریں ہیں۔ احاطے میں داخل ہوتے ہی سلطان [illegible] کی قبر ہے۔ وہ فنون لطیفہ کا سرپرست تھا اور اسے فن موسیقی میں [illegible] کا درجہ [illegible] کی ایجاد کا سہرا بھی اسی کے سر ہے۔ اس کے علاوہ جونپوری بسنت، جون پوری اساوری، حسینی کانہڑا اور حسینی ٹوڈی بھی اسی کی طرف منسوب ہیں۔ برصغیر کے مؤرخوں نے اپنی تصانیف میں سلطان حسین شرقی کا ذکر "جونپور کا [illegible] بادشاہ" کے عنوان کے تحت کیا ہے۔

سلطان حسین شرقی کے مزار کے سرہانے [illegible] کا دادا سلطان ابراہیم شرقی (المتوفی [illegible]) مدفون ہے۔ تمام قبروں میں اسی کی قبر سب سے بڑی ہے۔ [illegible]

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

انھوں نے اس فنِ لطیف پر "شرحِ منی سنگیت" کے عنوان سے ایک کتاب اپنی یادگار چھوڑی ہے۔ اس قبرستان میں شاہی افراد کے متعدد افراد دفن ہیں۔ لیکن ان کی قبروں پر کتبے نصب نہیں کیے گئے ہیں۔ اسی قبرستان میں شاہ ہاشم (المتوفی ۹۷۶ھ) نام کے ایک بزرگ بھی دفن ہیں۔ ٹھٹھہ میں مکلی پہاڑی پر واقع اکثر و بیشتر قبروں کی طرح اس قبر کے سرہانے اور پائنتی دو الواح نصب ہیں۔ ان کے لوحِ مزار پر یہ اشعار کندہ ہیں ؎

شاہ ہاشم شہ فرخندہ خصال

[illegible] و علم و ادب

رفت ازیں عالمِ پُر محنت و غم

سوئے فردوس بصد عیش و طرب

سالِ تاریخِ وفاتش گفتم

آہ از آں شاہ تازہ گلی لقب

۹۷۶ھ

شاہانِ شرقی کا عہد جونپور کا عہدِ شباب تھا۔ انھوں نے اسے اپنی سلطنت کا پایۂ تخت قرار دیا اور یہاں بڑی بڑی عالیشان عمارتیں تعمیر کروائیں۔ ان کی قدردانی اور دریادلی کی وجہ سے برصغیر کے نامور اہلِ علم و کمال جونپور میں جمع ہوگئے تھے۔ تیمور کے ہاتھوں دہلی کی تباہی کے بعد دہلی کے متعدد علماء و فضلاء جن میں ملک العلماء شہاب الدین دولت آبادی جیسی نابغۂ روزگار ہستیاں بھی شامل تھیں، جونپور پہنچے جہاں سلطان ابراہیم شرقی نے انھیں ہاتھوں ہاتھ لیا۔ ان اہلِ فضل و کمال کی وجہ سے جونپور کی شہرت چہار دانگ عالم میں پھیل گئی اور لوگ اسے "شیرازِ ہند" کہنے لگے۔

بڑی مسجد سے نکل کر ہم شہر کے وسط پہنچے، جہاں خانقاہ رشیدیہ دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ یہ خانقاہ قطب الاقطاب عبدالرشید قادری کی یادگار ہے۔ ان کے ملفوظات قاضی محمد مودود نے جمع کیے تھے، جس کا ذکر "گنج ارشدی" میں موجود ہے۔ ان دنوں خانقاہ ویران پڑی ہے۔ سجادہ نشین جونپور سے ترکِ سکونت کر کے [illegible] چلے گئے ہیں۔ البتہ ان کی کتابیں یہیں ایک کمرے میں مقفل

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پڑی ہیں، شاید انھیں بیکار شئے سمجھ کر یہیں چھوڑ گئے ہیں۔ ایک اسکول ماسٹر ان کتابوں کے نگران ہیں۔ مجھے گنج ارشدی دیکھنے کا بڑا اشتیاق تھا۔ "وسیلۂ شرف و ذریعۂ دولت" کے حواشی میں ڈاکٹر [illegible] ابدالی، استاد شعبۂ اردو، مگدھ یونیورسٹی، گیا (بہار) نے اس کتاب کا جابجا ذکر کیا ہے۔ اس کا مکمل مخطوطہ چار جلدوں میں اسی لائبریری میں محفوظ ہے۔ ماسٹر صاحب کی عدم موجودگی کی وجہ سے میں اس مخطوطے کی زیارت نہ کرسکا۔ حسن اتفاق سے "گنج ارشدی" کی ایک جلد مولانا آزاد لائبریری علی گڑھ میں موجود ہے۔ [illegible] کے مصنف محمد ارشد ہیں [illegible] اس میں مشائخ [illegible] کے حالات اور ملفوظات جمع کیے ہیں۔ اس کا زمانۂ تالیف ۱۰۸۲ھ تا ۱۱۱۱ھ ہے۔ فاضل مصنف نے اپنی تصنیف میں بزرگوں کے مکتوبات شامل کرکے انھیں نیست و نابود ہونے سے [illegible] ہے۔ میں نے اس مخطوطے کو پڑھ کر اندازہ لگایا کہ یہ بیش قیمت قسم کی چیز ہے۔

خانقاہ رشیدیہ سے نکل کر ہم لال دروازے کی مسجد دیکھنے گئے۔ یہ مسجد قدیم شہر سے کافی فاصلے پر ہے۔ راستے میں ایک قبرستان پڑتا ہے جو حوض خاص کا قبرستان کہلاتا ہے۔ اس قبرستان میں ان [illegible] کی قبریں موجود ہیں جو شہاب الدین غوری کے ساتھ برصغیر میں وارد ہوئے اور یہاں لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔

لال دروازے کی مسجد پہلے بالکل ویران پڑی تھی اور جرائم پیشہ لوگوں کی آماجگاہ بنی ہوئی تھی۔ اب چند نیک دل مسلمانوں نے یہاں شیخ العرب والعجم مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کی یاد میں جامعہ [illegible] کے نام سے ایک مدرسہ کھول دیا ہے، جس میں سوا سو کے لگ بھگ طلبہ تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ مدرسہ کے اساتذہ مولانا ابوالعرفان کے جاننے والے تھے اس لیے وہ بڑے تپاک سے [illegible] مدرسے کے بارے میں گفتگو کرتے رہے۔

اس مسجد کا فن تعمیر بھی اٹالہ مسجد سے ملتا جلتا ہے۔ مسجد کے دالان کے دونوں طرف [illegible] بنے ہوئے ہیں، جن میں اب طلبہ رہائش پذیر ہیں۔ مسجد کی محراب پر خط ثلث میں اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا اور آیت الکرسی [illegible] لال دروازے کی مسجد دیکھ کر ہم شہر کی طرف واپس ہوئے تو راستے میں مولانا [illegible] حلوائی کی دکان پر رکشہ رکوالیا اور میرے منع کرنے کے باوجود کلو بھر امرتیاں [illegible] ان کا کہنا تھا کہ اس کا [illegible]

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

امرتیاں کی یہ خصوصیت ہے کہ ایک ماہ بعد بھی اسی طرح تازہ نظر آئیں گی۔ راس منڈی میں ایک خاندانی تیلی کے کولہو پر انھوں نے دوبارہ رکشا رکوایا۔ جونپور کا چنبیلی کا تیل اور عطر سنگار۔ پورے ہندوستان میں مشہور ہے۔ یہاں بھی مولانا نے میری ایک نہ سنی اور چنبیلی کے تیل کی ایک بوتل عطر سنگار کی ایک شیشی میرے لیے خریدی۔ انھوں نے یہ تحائف مجھے دیتے ہوئے فرمایا کہ جھگڑو سوائی کے ہاں کی امرتیاں، چنبیلی کا تیل اور عطر سنگار "اقل" تحفہ ہے جو جون پوری اپنے مہمانوں کو پیش کرتے ہیں۔ اس عطر کی یہ خصوصیت ہے کہ شیشی میں یہ معمولی سا نظر آتا ہے لیکن کپڑے پر لگانے کے بعد اس کی خوشبو ہوا میں انتشار پیدا کرتی ہے۔

ہمیں جون پور کی تاریخی عمارتیں دیکھتے ہوئے چار گھنٹے گزر چکے تھے اور جو کچھ میں دیکھنے کا متمنی تھا وہ میں دیکھ چکا تھا۔ اس لیے میں نے مولانا سے کہا کہ اب میں انھیں ان کے گھر تک پہنچا کر اسی رکشا میں ہوٹل چلا جاتا ہوں اور وہاں سے سامان اٹھا کر الٰہ آباد جانے والی بس میں سوار ہو جاؤں گا۔ مولانا بضد تھے کہ وہ ہوٹل تک چھوڑنے جائیں گے اور جب تک میں بس میں سوار نہیں ہو جاتا وہ گھر واپس نہیں جائیں گے۔ "تاکہ میری واپسی کا کوئی امکان باقی نہ رہے۔" میں رکشا والے سے پنجابی گوردوارے کی طرف چلنے کو کہتا اور مولانا اسے جون پور کے ہوٹل کی طرف چلنے کا حکم دیتے۔ میں نے بصد مشکل انھیں گھر جانے پر آمادہ کیا اور انھیں گھر کے قریب اتار کر خود ہوٹل کی طرف روانہ ہوا۔

ہوٹل پہنچ کر میں نے غسل کر کے لباس تبدیل کیا اور ایک بجے بس میں سوار ہو کر تقریباً چار بجے الٰہ آباد پہنچ گیا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

الراشدین بیگم

شخصیات سندھ

جناب محمد خان صاحب غنیؔ مرحوم

... بار ... ۱۹۷۹ء میں اچانک یہ خبر پڑھ کر بہت دکھ ہوا کہ سندھی زبان کے مشہور شاعر جناب محمد خان صاحب غنیؔ کا یکم مارچ ۱۹۷۹ء کو انتقال ہو گیا ہے۔ تھوڑی دیر فکر کی تو یہ ... سالِ وفات برآمد ہوا۔

بے آواز ، زیبا ، سالِ وفات ، غنیؔ ، مرحوم

۱۹ ... ۹ء

... اخبار میں لکھا ہے ، انتقال کے وقت ان کی عمر ۶۵ سال تھی ، وہ میرے دواخانے کے قریب ... روڈ کے ایک مکان میں رہتے تھے۔ عرصہ ہوا ، جب وہ بہت دن تک میرے زیر علاج رہے تھے ، دورانِ علاج ان سے بار بار گفتگو کا موقع ملا۔ انھوں نے اپنے حالات پر بھی اکثر روشنی ڈالی اور اشعار بھی سنائے ، وہ سندھی زبان کے اچھے شاعر تھے۔ منفرد انداز ... لکھنے میں بہت مشہور بیان کیے جاتے ہیں۔ میں نے ان کا کلام سنا ہے۔ مرحوم نے مجھ سے بیان کیا تھا کہ وہ پہلے سندھی شاعر ہیں جنھوں نے مسدسِ حالیؔ کا سندھی زبان میں منظوم ترجمہ کیا ہے۔ بلاشبہ سندھی زبان میں ان کا یہ بڑا کارنامہ ہے اور اس باب میں بجا طور پر ان کو اولیت کا شرف حاصل ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ان سے صحبت ساتھ راستے ملاقات ہو پایا کرتی تھی، وہ اپنے ذاتی کاموں اور علمی مشاغل میں زیادہ مصروف رہا کرتے تھے۔ زمانہ علاج کے بعد وہ دواخانے میں آتے تھے، میں نے ایک دفعہ پوچھا تو انھوں نے کہا مصروفیت کے باعث وقت نہیں مل رہا ہے

مرحوم کو اس کا احساس تھا اور میرا بھی یہی خیال ہے کہ ان کو اپنی زندگی میں وہ مقام حاصل نہیں ہو سکا جس کے وہ مستحق تھے اور ان کی قدردانی جیسی اہل وطن سے بڑی کوتاہی ہوئی ہے جو بہتر تھا کہ نہ ہونی چاہیے تھی۔ وقت کسی کا انتظار نہیں کرتا، وہ گزر گیا اور غنی صاحب بھی دارِ فانی کو چھوڑ گئے۔ اہل وطن سے ان کی زندگی میں جو کوتاہی ہو گئی ہے اس کی تلافی کی اب بہتر صورت یہی ہے کہ ان کے کلام کو طبع کرایا جائے اور ان کی سیرت پر سندھ کے اہل قلم حضرات کچھ لکھیں، بلکہ میرے خیال میں ان کی ایک مفصل سیرت لکھ کر طبع کرائی جائے۔

انھوں نے علم و ادب کی جو خدمت کی ہے اس پر خراجِ تحسین پیش کرنے کا بہتر طریقہ یہی ہے کہ ان کے نام اور کام کو روشن کیا جائے۔

مجھے امید ہے کہ سندھ کے ادیب اور شاعر حضرات اس طرف خصوصی توجہ فرمائیں گے۔

جناب سید ہاشم رضا صاحب کے بڑے بھائی جناب سید آل رضا صاحب ایڈوکیٹ کا یکم مارچ ۱۹۷۸ء کو انتقال ہو گیا۔ مرحوم ممتاز شاعر اور مرثیہ گو تھے۔

اندوہناک سال وفات جناب سید آل رضا صاحب

۷۸ ۱۹ء

مسلم لیگ کونسل کے ممتاز رہنما جناب غلام محمد صاحب وسان (میرپور خاص ضلع تھرپارکر) کا ۲۵ اور ۲۶ دسمبر ۱۹۷۷ء کی درمیانی شب کو انتقال ہو گیا۔

سالِ وفات، دل نوازِ احباب، جناب غلام محمد وسان

۷۰ ۱۹ء

© rasailojaraid.com